قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

جمعرات 20 اگست 2020ء | یکم محرم الحرام 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:197

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَخُوۡنُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ وَ تَخُوۡنُوۡۤا اَمٰنٰتِکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۔

(الانفال: 28)

ترجمہ:۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور (اس کے) رسول سے خیانت نہ کرو ورنہ تم اس کے نتیجہ میں خود اپنی امانتوں سے خیانت کرنے لگو گے جبکہ تم (اس خیانت کو) جانتے ہو گے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے تمہیں جو تعلیم دی ہے، جو احکامات دئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جو حقوق معین کئے ہیں، ان کی ادائیگی میں اگر خیانت کرو گے تو پھر تم آپس میں بھی اپنی امانتوں کو ادا کرنے کے معاملہ میں خیانت سے کام لو گے۔ لوگوں کی امانتوں کو لوٹانے اور ان کے حقوق ادا کرنے کے بارہ میں بھی خیانت کرنے والے بن جاؤ گے، حقوق ادا نہیں کرو گے۔ اس لئے ہر دو قسم کے حقوق یعنی خدا تعالیٰ کے اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے تمہیں صاف ستھرا اور کھرا ہونا ہوگا۔ پھر اس میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی تم پر فرض ہے۔ جب تم نے یہ عہد کرلیا کہ مَیں مسلمان ہوتا ہوں، ایمان لاتا ہوں، تمام حکموں پر جو اللہ تعالیٰ نے ادا کرنے کا حکم دیا ہے ان کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ تو کرنے ہیں اور یاد رکھیں کہ اگر یہ احکامات سچے دل سے بجا نہیں لائیں گے تو معاشرے کے جو حقوق و فرائض ہیں وہ بھی صحیح طرح ادا نہیں ہوں گے۔ اور پھر معاشرے میں ایک دوسرے کا اعتماد بھی حاصل نہیں ہوگا کیونکہ جب تم خیانت کرو گے تو دوسرے بھی خیانت کریں گے اور معاشرے کا امن، چین اور سکون کبھی قائم نہیں ہو سکے گا۔‘‘

(خطبہ جمعہ 6 فروری 2004ء)

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ وہ نہ اس کی خیانت کرتا ہے اور نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت، اس کا مال اور اس کا خون حرام ہے۔ (حضورؐ نے دل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) تقویٰ یہاں ہے۔ کسی شخص کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے‘‘۔ (سنن الترمذی۔ کتاب البرّ والصّلۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

’’کسی شخص کے دل میں ایمان اور کفر نیز صدق اور کذب اکٹھے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی امانت اور خیانت اکٹھے ہو سکتے ہیں‘‘۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ مطبوعہ بیروت)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

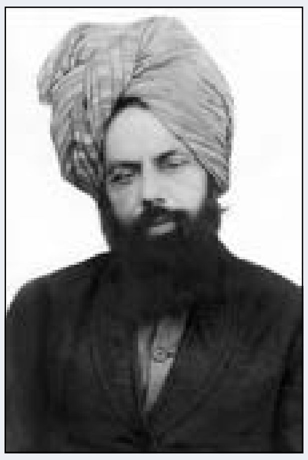

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’انسان کی پیدائش میں دو قسم کے حُسن ہیں۔ ایک حُسن معاملہ اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی تمام امانتوں اور عہد کے ادا کرنے میں یہ رعایت رکھے کہ کوئی امر حتّی الوسع ان کے متعلق فوت نہ ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں رَاعُوْنَ کا لفظ اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایسا ہی لازم ہے کہ انسان مخلوق کی امانتوں اور عہد کی نسبت بھی یہی لحاظ رکھے یعنی حقوق اللہ اور حقوقِ عباد میں تقویٰ سے کام لے۔ یہ حُسن معاملہ ہے یا یوں کہو کہ روحانی خوبصورتی ہے‘‘۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ۲۱۸)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ:

’’ہر مومن کا یہی حال ہوتا ہے۔ اگر وہ اخلاص اور وفاداری سے اُس کا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کا ولی بنتا ہے لیکن اگر ایمان کی عمارت بوسیدہ ہے تو پھر بے شک خطرہ ہوتا ہے۔ ہم کسی کے دل کا حال تو جانتے ہی نہیں۔ سینہ کا علم تو خدا کو ہی ہے مگر انسان اپنی خیانت سے پکڑا جاتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ سے معاملہ صاف نہیں تو پھر بیعت فائدہ دے گی نہ کچھ اور۔ لیکن جب خالص خدا ہی کا ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اُس کی خاص حفاظت کرتا ہے۔ اگرچہ وہ سب کا خدا ہے مگر جو اپنے آپ کو خاص کرتے ہیں اُن پر خاص تجلّی کرتا ہے اور خدا کے لئے خاص ہونا یہی ہے کہ نفس بالکل چکنا چور ہو کر اُس کا کوئی ریزہ باقی نہ رہ جائے۔ اس لئے میں بار بار اپنی جماعت کو کہتا ہوں کہ بیعت پر ہرگز ناز نہ کرو اگر دل پاک نہیں ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا کیا فائدہ دے گا جب دل دُور ہے۔ جب دل اور زبان میں اتفاق نہیں تو میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر منافقانہ اقرار کرتے ہیں۔ تو یاد رکھو ایسے شخص کو دوہرا عذاب ہوگا مگر جو سچا اقرار کرتا ہے اُس کے بڑے بڑے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اس کو ایک نئی زندگی ملتی ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۶۵ الحکم ۱۴؍ فروری ۱۹۰۳ء)

اس شمارہ میں

- تعارف سورۃ الحج
- قوموں کی تباہی کے محرکات میں سے ایک محرک
- درود شریف کی اہمیت و برکات
- جرم اور گناہ

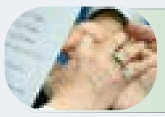

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

ہجرت کرنے والے احمدیوں کی ذمہ داریاں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

’’انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک دنیا کی مختصر زندگی اور اس میں جو کچھ مصائب شدائد ابتلا وغیرہ اسے پیش آتے ہیں ان سے امن میں رہے۔ دوسرے فسق و فجور اور روحانی بیماریاں جو اسے خدا سے دُور کرتی ہیں ان سے نجات پاوے‘‘۔ (انسان کے لئے دو باتیں ہیں ایک دنیاوی مشکلات اور بیماریاں دوسرے روحانی مشکلات اور بیماریاں۔ پس انسان ان دونوں سے نجات پانے کی کوشش کرتا ہے۔) فرمایا کہ ’’تو دنیا کا حَسَنَہ یہ ہے کہ کیا جسمانی اور کیا روحانی دونوں طور پر یہ ہر ایک بلا اور گندی زندگی اور ذلّت سے محفوظ رہے‘‘۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 302۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آپ پھر رَبَّنَآ کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ’’٭٭٭٭٭دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً٭٭٭٭٭۔‘‘ اس بارے میں آپ نے فرمایا کہ ’’اصل رَبَّنَآ کے لفظ میں توبہ ہی کی طرف ایک باریک اشارہ ہے‘‘۔ جب انسان رَبَّنَآ کہتا ہے یعنی اے ہمارے رب تو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔ فرمایا ’’کیونکہ رَبَّنَآ کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ بعض اور ربّوں کو جو اس نے پہلے بنائے ہوئے تھے ان سے بیزار ہو کر اس ربّ کی طرف آیا ہے اور یہ لفظ حقیقی درد اور گداز کے سوا انسان کے دل سے نکل ہی نہیں سکتا٭٭٭٭‘‘۔ جب انسان حقیقی طور پر رَبَّنَآ کہتا ہے تو پھر ایک درد سے رَبَّنَآ نکلتا ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف ظاہری طور پر ہی رَبَّنَآ کی دعا پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن اگر انسان دلی کیفیت سے دعا مانگ رہا ہو تو تبھی حقیقت میں رَبَّنَآ کا لفظ منہ سے نکلتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطابق تو رَبَّنَآ کا لفظ منہ سے نکل ہی نہیں سکتا جب تک حقیقی درد نہ ہو اور گداز نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’اصل میں انسان نے اپنے بہت سے ارباب بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اپنے حیلوں اور دغا بازیوں پر اسے پورا بھروسہ ہوتا ہے تو وہی اس کے ربّ ہوتے ہیں۔ اگر اسے اپنے علم کا یا قوت بازو کا گھمنڈ ہے تو وہی اس کے ربّ ہیں۔ اگر اسے اپنے حسن یا مال و دولت پر فخر ہے تو وہی اس کا ربّ ہے۔ غرض اس طرح کے ہزاروں اسباب اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ جب تک ان سب کو ترک کر کے ان سے بیزار ہو کر اس واحد لاشریک سچے اور حقیقی ربّ کے آگے سر نیاز نہ جھکائے اور رَبَّنَآ کی پُردرد اور دل کو پگھلانے والی آوازوں سے اس کے آستانے پر نہ گرے تب تک وہ حقیقی ربّ کو نہیں سمجھا‘‘۔ جیسا کہ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں ہم رَبَّنَآ کی دعا بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن فرمایا کہ حقیقی رَبَّنَآ اسی وقت ادا ہوتا ہے جب پُردرد اور دل کو پگھلانے والی آواز نکل رہی ہو۔ اس حقیقت کو جانتا ہو کہ جب میں نے رَبَّنَآ کہا ہے تو میں ایک وحدہٗ لاشریک خدا کو پکار رہا ہوں جو میرا ربّ ہے۔ اور آپ نے فرمایا جب یہ ہو گا تو تبھی وہ حقیقی ربّ کو سمجھتا ہے، اسی سے دعا مانگتا ہے۔ پس فرمایا ’’پس جب ایسی دل سوزی اور جان گدازی سے اس کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرتا اور اسے مخاطب کرتا ہے کہ رَبَّنَآ یعنی اصل اور حقیقی ربّ تو تُو ہی تھا مگر ہم اپنی غلطی سے دوسری جگہ بھٹکتے پھرتے رہے۔ اب میں نے ان جھوٹے بتوں اور باطل معبودوں کو ترک کر دیا ہے اور صدق دل سے تیری ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں۔ تیرے آستانے پر آتا ہوں۔‘‘ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 188-189۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ ہے وہ حالت جو خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے اور اس کی عبادت کرنے اور اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنے کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب ہم اس طرح اپنے ربّ کو پکارنے کا حق ادا کریں گے تو دنیا کی حسنات بھی ہمیں مل جائیں گی اور آخرت کی حسنات بھی ملیں گی بلکہ دنیا کی حسنات بھی انسان آخرت کی حسنات کے حصول کے لئے ہی مانگتا ہے تا کہ صحت ہو تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا ہو۔ صحت ایک دنیاوی خیر ہے، بھلائی ہے، حسنات میں شامل ہے۔ اگر صحت ہو گی تو انسان عبادت بھی صحیح طرح کر سکتا ہے۔ مال ہو تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اس کی قربانی کا حق ادا کر سکتا ہے۔ اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق اسے مل سکتی ہے۔

پس اس اہم اصول کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے۔ عبادت کا حق ادا کرنے کی بات ہوئی ہے تو اس بارے میں ہمیشہ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ اس وقت ادا کرنے کی کوشش ہو سکتی ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے پیدائش کے مقصد کو پورا کرنے والے بھی ہوں گے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (الذاریات:57) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے احکامات کی طرف جب ہم دیکھتے ہیں تو ایک حکم کے بعد دوسرا حکم جس طرف ہمیں لے کر جاتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کو کبھی نہ بھولو۔ تمہاری دنیاوی کوششیں بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کرنے والی نہیں ہونی چاہئیں اور نہ کبھی صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے دنیاوی خواہشات کی تکمیل تمہارا مطمح نظر ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ’’مَیں نے جنّ اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری پرستش کریں۔ پس اس آیت کی رُو سے اصل مدّعا انسان کی زندگی کا خدا تعالیٰ کی پرستش اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور خدا تعالیٰ کے لئے ہو جانا ہے‘‘۔ فرماتے ہیں ’’یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو تو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اپنی زندگی کا مدّعا اپنے اختیار سے آپ مقرر کرے۔ کیونکہ انسان نہ اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے واپس جائے گا۔ بلکہ وہ ایک مخلوق ہے۔ اور جس نے پیدا کیا اور تمام حیوانات کی نسبت عمدہ اور اعلیٰ قویٰ اس کو عنایت کئے‘‘ (یعنی باقیوں کی نسبت انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، بہترین قویٰ عنایت کئے) ’’اسی نے اس کی زندگی کا ایک مدّعا ٹھہرا رکھا ہے خواہ کوئی انسان اس مدّعا کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ مگر انسان کی پیدائش کا مدّعا بلاشبہ خدا کی پرستش اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور خدا تعالیٰ میں فانی ہو جانا ہی ہے‘‘۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 414)

خیر کا سرچشمہ

یہ نظمِ خلافت جو تسلسل سے رواں ہے
ہے سچ کہ مسیحا کی صداقت کا نشاں ہے
انعامِ خداوندی ہے یہ دوسری قدرت
یہ سورۂ النور میں قرآں کا بیاں ہے
اب عافیت و امن کا منبع ہے خلافت
دنیا کے مفاسد سے اماں صرف یہاں ہے
اس ڈھال کے پیچھے ہی ہر اک فتح و ظفر ہے
اب دین کی واللہ خلافت میں ہی جاں ہے
بنیاد ہیں اس قصر کی پُر درد دعائیں
اخلاص و محبت کا نرالا ہی سماں ہے
پیوستگی اس پیڑ سے ضامن ہے بقا کی
سچ ہی تو کہا جاتا ہے جاں ہے تو جہاں ہے
بیعت نے اُبھارا ہے نیا رنگِ عقیدت
اس دور میں یہ رنگ کہیں اور کہاں ہے
دلدادہ و دلدار ہوئے یک دل و یک جاں
دریائے محبت ہے جو ہر سمت رواں ہے
ہے خیر کا سر چشمہ دعاؤں کا ادارہ
یہ دل ہے خلیفہ کا کہ تقویٰ کا مکاں ہے

(امۃ الباری ناصر)

تعارف سورۃ الحج (بائیسویں سورۃ)

(اس سورۃ کا کچھ حصہ مکی جبکہ باقی مدنی ہے، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 79 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

مترجم: وقار احمد بھٹی

وقت نزول اور سیاق و سباق

جمہور علماء کے نزدیک اس سورۃ کا ایک حصہ مکی ہے جبکہ ایک حصہ مدنی ہے۔ضحاک کے نزدیک یہ مکمل سورۃ مدنی ہے۔سورۃ الانبیاء میں یہ بتایا گیا تھا کہ الٰہی عذاب کفار کے تعاقب میں ہے کیونکہ انہوں نے حق کا انکار کیا۔ اس سورۃ (الانبیاء) کی آخری آیت میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ کفار پر انکے مستقل جارحانہ رویہ کی وجہ سے الٰہی عذاب کے نزول کی دعا کریں۔ اس سورۃ کی پہلی آیت میں آپ ﷺ کی دعا کا جواب دیا گیا ہے۔ یہ اس سورۃ (الحج) کا سابقہ سورۃ (الانبیاء) سے فوری تعلق ہے۔ مگر اس سے وسیع تعلق بھی ہے جو سابقہ سورتوں اور اس سورۃ میں پایا جاتا ہے۔ وہ مضمون جو سورۃ مریم سے شروع ہوا تھا اور بعد ازاں سورۃ طٰہٰ اور الانبیاء میں ممتد ہوگیا، وہ اس سورۃ میں تکمیل کو پہنچا ہے۔ سورۃ مریم میں عیسائی عقائد کی تفصیل بیان کی گئی تھی اور مؤثر طور پر انکا رد کیا گیا تھا کیونکہ ان کا رد کئے بغیر نئے پیغام (قرآن) کی ضرورت کو واضح نہ کیا جاسکتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے بنی نوع انسان کے لئے پیغام اور نئی شریعت لانے کا دعویٰ کیا۔ اگر عیسائیت اپنی اصلی (الہامی) حالت میں دنیا میں موجود ہوتی اور ایک حقیقی ایمان دنیا میں موجود ہوتا جو قابلِ عمل ہوتا اور اس پر عمل جاری ہوتا تو ایک نئے عقیدہ کی ضرورت کیونکر پیش آتی۔ اس لئے عیسائیت کے بنیادی عقائد کا بطلان اور بے بنیاد ہونا ثابت کرنا ضروری تھا۔ یہ (بطلان) سورۃ مریم میں کیا گیا ہے جہاں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے غیر معمولی ہونے کو کسی طرح بھی باقی انبیاء سے ممتاز یا الگ گردانے کا رد کیا گیا ہے۔

سورۃ طٰہٰ میں عیسائی عقیدہ کہ شریعت ایک لعنت ہے، کا مکمل طور پر تدارک کیا گیا ہے جبکہ سورۃ الانبیاء میں اسی مضمون کو اور رنگ میں بیان کیا گیا ہے اور گناہ کے موروثی ہونے کی بابت عیسائی عقیدہ کو غیر مستحکم اور بے دلیل قرار دیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ اگر انسان کو گناہ وراثت میں ملا ہے اور خود مختاری نہ رکھنے کی وجہ سے وہ اس سے نجات حاصل نہیں کرسکتا تو خدا کے رسولوں کی بعثت کا بنیادی مقصد ہی زائل ہو جاتا ہے اور انسان کا اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہونے کا تصور بھی باطل ہو جاتا ہے۔ اس سورۃ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روحانیت کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا تھا تو ایک نئی شریعت کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی ایک نئے نبی کی۔ مگر آنحضرت ﷺ کا ایک نئی شریعت لانا اور نیا رسول ہونا اپنی ذات میں عیسائی عقائد کے مقابل پر ایک بڑا چیلنج ہے۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورۃ کے مضامین بنیادی طور پر پانچ مختلف حصوں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔

1۔ کفار کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے کیونکہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے دعویٰ کو جھٹلایا ہے جو مندرجہ ذیل نہایت محکم نظریہ پر مبنی ہے۔ (الف) آپ ﷺ کی تعلیمات بنی نوع انسان کے لئے نہایت ضروری ہیں اور سچائی اور حکمت پر مبنی ہیں اور ایسے محکم دلائل پر مبنی ہے جو مستقل افادیت کی حامل اور کفار کے بودے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات کی متحمل ہیں۔ (ب) الٰہی تائیدات آپ ﷺ کے شامل حال ہیں۔ آپ ﷺ کے متبعین دنیاوی اور روحانی لحاظ سے ترقی کر رہے ہیں اور سابقہ انبیاء کی طرح آپ ﷺ کے دشمن بھی آپ ﷺ کے ہاتھوں شکست کھا رہے ہیں۔ (ج) آپ ﷺ کو غیر معمولی طریق سے خدائی افضال حاصل ہوں گے۔ (د) آپ ﷺ کی تعلیمات کی ساخت ایسی ہے کہ اقوام عالم میں امن، سلامتی اور خیر سگالی کا باعث بنیں گی۔ (ح) جملہ ادیان باطلہ اور مذہبی نظام بشمول عیسائیت اسلام کے سامنے سرنگوں ہوں گے یہاں تک کہ ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے گا۔

2۔ جملہ انبیاء کی مخالفت کی گئی اور شیطانی لوگوں نے ان کے راستے میں ہر طرح کی روکیں اور مصائب کھڑے کئے مگر خدا نے ان تمام روکوں کو ہوا میں اڑا دیا اور سچائی کے پھیلنے کے سامان مہیا فرما دئے۔

3۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے ذریعہ ابو الانبیاء حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا جو بارگاہ ایزدی میں آپ نے کی تھی پوری ہوئی۔ وہ دعا جو آپ نے مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں اس وقت کی جب آپ حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کو وہاں چھوڑ کر جا رہے تھے۔

4۔ آپ ﷺ نے طویل اور سخت مخالفت کا سامنا کیا ہے اور نہایت صبر و تحمل سے ناقابلِ بیان تکلیفوں کو برداشت کیا، اب وقت آ گیا ہے کہ آپ ﷺ کو آپ کے مخالفین کے مقابل پر دفاعی جنگ کرنے کی اجازت دی جائے۔ دفاعی جنگ کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ قابلِ ستائش ہے۔ جب حق خطرہ میں ہو اور خدائی مدد ان کے شامل حال ہوگی تو اس کے دفاع میں لڑیں گے۔ اگر حق کی خاطر لڑائی کی اجازت نہ دی جاتی تو انسان آزادی ضمیر کھو بیٹھتا جو اس کا نہایت قیمتی ورثہ ہے اور خدا کی عبادت روک دی جاتی اور دنیا میں برائی اور ظلم کی حکومت نافذ ہو جاتی۔

5۔ الٰہی تعلیمات تازہ بارش کی طرح روحانی طور پر مردہ دنیا کو نئی زندگی عطا کرتی ہے اس لئے کامیابی اس کا مقدر رہے۔ نئی وحی و الہام پرانے کی جگہ لیتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ جب ایک مخصوص تعلیم اپنا دورانیہ مکمل کر لیتی ہے اور مقصد پورا کر لیتی ہے تو ایک نئی تعلیم اس کی جگہ لے لیتی ہے اور خدائی تقدیر اور مقصد کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس سورۃ کا اختتام اس الٰہی وعدہ پر ہوا ہے کہ خدائی مدد آپ ﷺ کے شامل حال ہوگی کیونکہ آپ ہی موعود نبی ہیں۔ لہٰذا آپ کے متبعین کو آپ کی کامل اور غیر مشروط فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ یہی کامیابی اور فتح کا راستہ ہے۔

☆...☆...☆

آج کی دعا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ ،غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ

(سورۃ الفاتحہ)

ترجمہ:

’’اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا ،بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔بے انتہا رحم کرنے والا،بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا۔جن پر غضب نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہوئے‘‘۔

یہ قرآنِ کریم کی سب سے بڑی،جامع، کامل ترین ،بہت پیاری دعا ’’سورۃ الفاتحہ‘‘ ہے ۔پیارے رسولِ کریم ﷺ نے اس کو ’’افضل القرآن‘‘ قرار دیا ہے۔

حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ فوراً ہی کیوں نہ آئے؟ عرض کیا کہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ نے تم لوگوں کو حکم نہیں دیا ہے کہ اے ایمان والو! جب اللہ اور اس کے رسول تمہیں بلائیں تو لبیک کہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہ آج میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے عظیم سورۃ بتاؤں۔ پھر آپ (بتانے سے پہلے) مسجد سے باہر تشریف لے جانے کے لیے اٹھے تو میں نے بات یاد دلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ ’’اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ‘‘ یہی سبع مثانی (یعنی اس کی سات آیات بار بار نازل ہوئیں اور بار بار پڑھی جائینگی) ہے اور یہی قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے‘‘۔

(صحیح بخاری کتاب تفسیر القرآن ۔ حدیث نمبر 4703)

پیارے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے متعدد بار جماعت کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کی تحریک فرمائی ہے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

قوموں کی تباہی کے محرکات میں سے ایک محرک

(شیخ عبدالوکیل)

اس موضوع پر گرد پیش کا جائزہ لینے کے بعد اور مختلف کتب تاریخ پر نظر ڈالنے کے بعد اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کریم کی اس آیت کو دیکھ کر جس میں خدا تعالیٰ نے حکماً ایک بات کا اظہار کیا کہ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (النساء 59) ترجمہ: یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو یقیناً بہت ہی عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے یقیناً اللہ بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

اب اس آیت کریمہ میں جو حکم دیا گیا اس کی دو شاخیں ہیں ایک کہ امانتیں ان کے حقداروں کے سُپرد کیا کرو اور دوسرا حکم یہ کہ جب کسی معاملہ کا فیصلہ کیا جائے تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا جائے۔

نہایت ہی افسوس کی بات یہ کہ جب امانتیں حقداروں کے سُپرد نہیں کی جاتیں تو کبھی بھی ایسا نہیں ہوتا کہ فوراً ہی آسمان سے بجلی گری ہو بلکہ اس افسوس سے بھی بڑھ کر افسوس یہ کہ بجلی گرنے کا یہ عمل آسمان پر شروع ہو جاتا ہے اور پھر وقت معینہ پر بجلی ایسے وقت میں گرتی ہے جب ہم سوچتے ہیں معامالات تو بالکل درست سمت پر گامزن تھے مگر ہوتا کچھ یوں ہے کہ جب امانتیں ان کے حقداروں کے سُپرد نہیں کی جاتیں تو اس وقت ایسے صابر لوگ اور ایسے اطاعت شعار لوگ تختہ مشق بن رہے ہوتے ہیں جن میں ان معاملات کو برداشت کرنے کی قوت بھی ہوتی ہے اور مقدرت بھی مگر ایک نسل بعد یا دو نسلیں بعد ایسے لوگ آجاتے ہیں کہ جب ان کو یہ معاملات پتہ چلتے ہیں تو وہ یکسر ان چیزوں سے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ کام جو جاہلوں کے زمانہ میں عاقل ان کے تحت رہتے ہوئے بھی کرتے ہیں اور چونکہ معاملات یکسر تبدیل ہو چکے ہوتے ہیں اس لیے اب انہیں عاقلوں کی نسلیں اپنے آباء پر ہونے والی زیادتیوں کا مداوا کچھ یوں کرتی ہیں کہ اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنا چھوڑ دیتی ہیں کیونکہ وہ دیکھ چکتی ہیں کہ صلاحیتوں اور قابلیتوں کے ہوتے ہوئے اخلاص و وفا کا دم بھرنے کے باوجود ان کے آباء محض اپنی زندگیاں تکالیف اور جاہلوں کے تصرف میں بسر کر چکے ہیں، اب نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ جن کے ہاتھ میں انصرام حکومت ہوتی ہے وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ اپنی عقل کے تحت کوئی کام کر سکیں اور جیسی روح ویسے فرشتے نہ ہی ان کے تحت وہ نااہل لوگ اس قابل ہوتے ہیں کہ کام کو سنبھال سکیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قومیں تباہی کی طرف جانا شروع ہو جاتی ہیں اور تباہی کی طرف ان کی رفتار اس قدر تیز ہوتی ہے کہ اس کا رُکنا یا اس کو روکنا اب ناممکنات میں ہو جاتا ہے اور پھر انسان جو كَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (الکھف 55) یعنی انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے اس تمام صورت حال کا ذمہ تقدیر کے نوشتوں پر ڈال دیتا ہے اور پھر چار ناچار خود کو معتبر کرنے کے لیے راضی بقضاء کا دم مارنے اور اپنی تمام تر ناکامیوں کا ملبہ خدا تعالیٰ کے نوشتوں پر ڈالنے کے لیے یا تو تاریخ کی مثالیں سامنے لے آتا ہے یا چار ناچار ایسی پیشگوئیاں نکالنے لگ جاتا ہے کہ یہ تو تقدیر کا لکھا تھا جبکہ جانتے ہیں کہ تقدیر کا لکھا اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے، اور انذاری پیشگوئیوں کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعمال میں درستی پیدا کر کے مختلف قسم کی بلاؤں سے اپنے تئیں بچا سکے اور جن بیش انعام واکرام کے وعدے خدا تعالیٰ نے انسان سے کیے ہوتے ہیں ان کا حصول خدا تعالیٰ کے قانون أَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرة 41) یعنی میرے عہد کو پورا کرو، میں بھی تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ اب ان ہی عہدوں میں ایک عہد وہ آیت بھی ہے اگر غور کیا جائے جس کی بنا پر مضمون شروع کیا گیا تھا کہ امانتیں ان کے حقداروں کے سُپرد کرو۔

دنیا میں اگر دیکھا جائے تو سب سے بڑا عہدہ درحقیقت بادشاہت کا ہوتا ہے اور پھر تمام عہدے اس کے ذیل میں آتے ہیں تو جب خدا تعالیٰ نے اس عہدہ کے حقیقی حقدار کا ذکر کرتے ہوئے جو نشانیاں بتائی ہیں جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک نبی اور اس کے مخالفین کی زبانی درج کر دیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (البقرة 248) اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ یقیناً اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے انہوں نے کہا کہ اس کو ہم پر حکومت کا حق کیسے ہوا جبکہ ہم اس کی نسبت حکومت کے زیادہ حقدار ہیں اور وہ تو مالی وسعت (بھی) نہیں دیا گیا اُس (نبی) نے کہا یقیناً اللہ نے اسے تم پر ترجیح دی ہے اور اُسے زیادہ کر دیا ہے علمی اور جسمانی فراخی کے لحاظ سے اور اللہ جسے چاہے اپنا ملک عطا کرتا ہے اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا میں جو بھی کام ہوتے ہیں درحقیقت ان کے پیچھے علم کی فراخی اور جسم کی فراخی نہایت ہی ضروری ہیں اور یہی وہ چیزیں ہیں جو کسی بھی کام کے کرنے میں درحقیقت کلیدی کردار ادا کرتے ہیں اور ان دو چیزوں کو دیکھنا ہر معاملہ میں نہایت ہی ضروری ہے۔

مگر نہایت افسوس کی بات یہ کہ جب انسان جو خود کو عقل کل سمجھتا ہے اس سے اس معاملہ میں بھی غلطی ہوتی ہے تو وہ اس معاملہ کو بھی آیت کے اس حصہ کو وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ (البقرة 248) اور اللہ جسے چاہے اپنا ملک عطا کرتا ہے۔) پیش کر کے خود کو بری الذمہ کرنے کی لاحاصل کوشش کرنے لگ جاتا ہے، جبکہ وہ اسی آیت میں خدائے حکیم کی حکمت کا ذکر ان الفاظ میں سن بھی چکا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہت جو سُپرد کی اس کی وجہ تھی اور وجہ علم اور جسم کی فراخی کو قرار دیا۔ مزید یہ کہ اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ ہی قرآن کریم میں انسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ {بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ وَلَوْ أَلْقَى مَعَاذِيرَهُ} (القیامۃ 15-16) (ترجمہ) حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر بہت بصیرت رکھنے والا ہے، اگرچہ وہ اپنے بڑے بڑے عذر پیش کرے۔ پس انسان کا نفس اس کو اس کی جہالت اور اس کی بے انصافیوں پر ملزم تو کرتا ہے مگر ہائے افسوس کہ انسان اس دنیاوی زیست کے لیے آخرت کو بھی بھلا دیتا ہے اور نہ صرف آخرت بلکہ اس دنیا میں بھی تباہیوں اور ناکامیوں کے وہ بیج بو دیتا ہے جو اپنے وقت پر تناور درخت بن جاتے ہیں جن کا کڑوا پھل ان کو نہیں تو ان کی آنے والی نسلوں کو کھانا ہی پڑتا ہے، اور افسوس تو یہ کہ اگر کسی کو اس کی غلطی پر اطلاع دے دی جائے تو وہ اپنی غلطی دور کرنے کی بجائے کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح اسی شخص کی غلطیاں نکال کر سامنے لے آئے اور اپنے دل کو خوش کر سکے کہ اس نے کمال کر ڈالا مگر یاد رہے کہ یہ فعل اس کو کلیۃً اس معاملہ سے آزاد نہیں کر سکتا۔

اس حوالہ سے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی ذات جیسا کہ تمام مذاہب، تمام ملتوں، تمام قوموں، تمام فرقوں، تمام ذاتوں اور تمام زمانوں سے بے نیاز ہے اس لیے اگر کوئی شخص یا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایسی باتوں سے مستثنیٰ ہیں تو درحقیقت یہ اس کی خام خیالی ہے اور ایک نہ ایک دن اس کی نسل یا آنے والا مورخ ضرور اس کی اس غلطی پر شاہد ناطق بن کر سامنے آجائے گا مگر یہ ایک ایسی چیز ہوگی جو ایسے ہی ہے کہ اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت یا پھر سانپ کی لکیریں پیٹنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لیے دانائی اسی میں ہے کہ ان معاملات کو غور سے دیکھا جائے، سمجھا جائے، اس کے پہلوؤں پر نظر عمیق ڈالی جائے اور پھر عمل بھی کیا جائے کیونکہ حقیت میں دانائی بھی یہی ہے کہ انسان پہلی قوموں کے حالات سے فائدہ اٹھائے اور وہ غلطیاں نہ دہرائے جس سے قوموں کی قومیں تباہ ہوئی ہوں خواہ وہ تباہی دنیاوی ہو یا مذہبی قومی ہو یا انفرادی۔

علم دین سیکھو اور پھر اسے دلیری مگر موعظہ حسنہ کے رنگ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں تک پہنچاؤ

خدام الاحمدیہ کی دسویں مرکزی تربیتی کلاس پر پیغام

مورخہ 19 اپریل کو خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام مرکزی تربیتی کلاس کے موقع پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا مندرجہ ذیل پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ خدام الاحمدیہ کے شعبہ تعلیم کی طرف سے سالانہ تربیتی کلاس عنقریب شروع ہو رہی ہے۔ سو میرا احمدی نوجوانوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ وہ دین کا علم سیکھیں اور پھر اس علم کو دلیری مگر حکمت اور موعظہ حسنہ کے رنگ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں اور ہمسایوں تک پہنچائیں۔ دین کوئی فلسفہ نہیں ہے بلکہ دین کی اصل غرض مومنوں میں نیکی اور قوتِ عمل پیدا کرنا ہے۔ پس خدام الاحمدیہ کو چاہئے کہ اپنے اندر قوتِ عمل پیدا کریں اور ایمان کے معاملہ میں ایسی جرأت دکھائیں کہ کوئی چیز ان کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ حکم دیا ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی کوئی منکر بات دیکھو جو دین یا اخلاق یا محبت الٰہی یا اکرام رسولؐ یا آدابِ بزرگان کے خلاف ہو تو بڑی جرأت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو۔ بے شک آپ لوگوں کو لڑنے بھڑنے سے روکا گیا ہے مگر لڑنا بھڑنا اور چیز ہے لیکن جرأت کے ساتھ بدی کا مقابلہ کرنا اور نیکی کو پھیلانا اَور چیز ہے۔ اور یہ بات صرف پختہ ایمان کے ذریعہ پیدا ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔

(محررہ 17 اپریل 1963ء)

(روزنامہ الفضل 21 اپریل 1963ء)

قسط دوم

درود شریف کی اہمیت و برکات

(حیدر علی ظفر۔ جرمنی)

درود شریف کتنی دفعہ پڑھا جائے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اور کسی تعداد کی پابندی ضروری نہیں۔ اخلاص اور محبت اور حضور اور تضرع سے پڑھنا چاہئے۔ اور اس وقت تک ضرور پڑھتے رہیں کہ جب تک ایک حالت رقت اور بے خودی اور تاثر کی پیدا ہو جائے۔ اور سینہ میں انشراح اور ذوق پایا جائے۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ 18)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ فرماتے ہیں:

’’قادیان مقدس میں جب میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بیعتِ راشدہ سے مشرف ہوا تو حضور اقدس علیہ السلام نے ازراہِ نصیحت فرمایا کہ نمازوں کو سنوار کر پڑھنا چاہیئے اور مسنونہ دعاؤں کے علاوہ اپنی مادری زبان میں بھی دعا کرنی چاہیئے۔ مولوی امام الدین صاحبؓ نے عرض کیا کہ حضور! کیا مادری زبان میں دعا کرنے سے نماز ٹوٹ تو نہ جائے گی؟ حضور اقدس فداہ نفسی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نماز ٹوٹی ہوئی تو پہلے ہی ہے ہم نے تو نماز جوڑنے کے لئے یہ بات کہی ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں کثرت سے درود شریف اور استغفار پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ مجھے ایک عرصہ تک درود و استغفار کی کثرت کے متعلق خلجان رہا کہ کثرت سے نہ معلوم کتنی تعداد مراد ہے۔ تب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصوٰۃ والسّلام مجھے بحالت کشف ملے اور میری بیعت لی اور فرمایا: کہو اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ۔ یعنی سو مرتبہ استغفار پڑھو۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ کثرت سے مراد عام حالات میں کم از کم سو مرتبہ استغفار کا ورد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔‘‘ (حیات قدسی حصہ دوم)

حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کا اثر

ایک موقعہ پر مکرم مصلح الدین راجیکی صاحب نے ایک غیر احمدی معترض کو جس نے اپنے خیال خام میں یہ سمجھ رکھا تھا کہ نعوذ باللہ احمدی آنحضرت ﷺ کی تعظیم نہیں کرتے، کو لاجواب کیا۔ پشاور میں مقیم سلسلہ کے مربی مکرم مولوی چراغ دین صاحب اس چشم دید واقعہ کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں: ’’پشاور میں جب 1956ء میں آپ کو پانچ چھ ماہ قیام کا موقع ملا تو ایک روز احمدیہ مسجد میں ایک غیر احمدی مولوی صاحب نے دوران گفتگو میں کہا کہ احمدی لوگ آنحضرت ﷺ کی تعظیم نہیں کرتے۔ یہ بات سن کر مولوی مصلح الدین صاحب پاس آ گئے اور غیر احمدی سے کہنے لگے کہ کیا وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ پر دن میں ہزار دفعہ درود بھیجتے ہیں، آپ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی تعظیم نہیں کرتے؟ غیر احمدی نے کہا کہ کون حضور ﷺ پر دن میں ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک احمدی تو میں ہوں کہ روزانہ کم از کم ہزار بار درود بھیجتا ہوں۔ یہ سن کر وہ صاحب دیر تک آپ کی طرف دیکھتے رہے اور پھر خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔

(تابعین اصحاب احمد جلد دوم صفحہ 13)

درود اجابت دعا کی کلید ہے

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’پھر درود سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جو شخص درود کثرت سے پڑھتا ہے اس کی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں۔ دنیا میں یہ طریق ہے کہ اگر کسی سے کچھ کام کرانا ہو تو اس کی پیاری چیز سے پیار کیا جاتا ہے۔ کسی عورت سے اگر کوئی کام کرانا ہو تو اس کے بچے سے محبت کرو۔ پھر دیکھو وہ کیسی مہربان ہوتی ہے۔ فقیر بھی جب خیرات لینے کے لئے دروازہ پر جاتا ہے تو یہ صدا کرتا ہے: ’’مائی تیرے بچے جیئیں۔‘‘ کیونکہ فقیر بھی جانتے ہیں کہ اس صدا کا ماں پر بہت اثر ہوتا ہے۔ جب ماں یہ آواز سنتی ہے تو دوڑی آتی ہے اور فقیر کو خیرات دیتی ہے۔ دیکھو اس آواز کے سنتے ہی جو اس کے پیارے بچے کے لئے ایک دعا ہوتی ہے وہ کس طرح دوڑی آتی ہے۔ اسی طرح درود پڑھنے والے شخص کے متعلق جب خدا دیکھتا ہے کہ اس نے اس کے پیارے کے لئے دعا کی ہے تو کہتا ہے تو نے میرے پیارے کے لئے دعا کی، آ میں تیری دعا بھی قبول کرتا ہوں ...... ہم مسجدوں میں جب آئیں تب بھی درود پڑھیں۔ اور گھروں میں جب جائیں تب بھی آنحضرت ﷺ پر درود پڑھیں۔‘‘

(الفضل جلد 13 نمبر 68 پرچہ 11 دسمبر 1925ء)

درود شریف میں تمام دعائیں آجاتی ہیں

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سے روایت ہے: ’’میں درود شریف کثرت سے پڑھتا تھا۔ اور اس میں بہت لذت اور سرور حاصل کرتا تھا۔ انہی ایام میں میں نے ایک حدیث میں پڑھا کہ ایک صحابی نے رسول کریم ﷺ کے حضور میں عرض کیا کہ میری ساری دعائیں درود شریف ہی ہوا کریں گی۔ یہ حدیث پڑھ کر مجھے بھی پر زور خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی ایسا ہی کروں۔ چنانچہ ایک روز جب کہ میں قادیان آیا ہوا تھا۔ اور مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ میں اپنی تمام خواہشوں اور مرادوں کی بجائے اللہ تعالیٰ سے درود شریف ہی کی دعا مانگا کروں۔ حضورؑ نے اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور تمام حاضرین سمیت ہاتھ اٹھا کر اسی وقت میرے لئے دعا کی۔ تب سے میرا اس پر عمل ہے کہ اپنی تمام خواہشوں کو درود شریف کی دعا میں شامل کر کے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں۔ اور یہ قبولیت دعا کا ایک بہت بڑا ذریعہ میرے تجربہ میں آیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ محمد صادق 18 اپریل 1934ء‘‘ (بحوالہ رسالہ درود شریف صفحہ 138)

درود شریف سے اجرائے نبوت کا استدال

درود میں جو دعا مانگی جاتی ہے اس کا صحیح مطلب یہ ہوا کہ الٰہی! حضرت ابراہیمؑ نے آپ سے جو مانگا، انہیں آپ نے اس سے بڑھ کر دیا۔ اب محمد ﷺ نے جو مانگا، انہیں بھی مانگنے سے بڑھ کر عطا کیجئے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ جو کچھ حضرت ابراہیمؑ کو ملا، محمد ﷺ کو اس سے بڑھ کر دیا جائے۔ اور وہ چیز جس کے لئے حضرت ابراہیمؑ سے بڑھ کر رسول کریم ﷺ کو دینے کی دعا کی گئی ہے، یہی ہے کہ

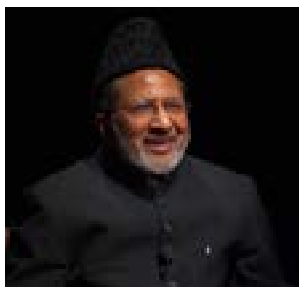

حضرت ابراہیمؑ نے امت مسلمہ مانگی۔ ان کی نسل میں نبوت قائم کر دی گئی۔ رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کے لئے ان سے بڑھ کر دعا کی۔ اس لئے آپؐ کی امت کو ان کی امت سے بڑھ کر نعمت دی جائے۔ اس نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے درود شریف کو دیکھیں تو معلوم ہوسکتا ہے کہ کتنے عظیم الشان مدارج کے حصول کے لئے اس میں دعا سکھائی گئی ہے۔ درود شریف کی اس عظیم الشان برکت کا ذکر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نور اللہ مرقدہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرماویں:

’’اور جب ہم درود پڑھتے ہیں تو رسول کریم ﷺ پر احسان نہیں کر رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس میں رسول کریم ﷺ کی امت کی ترقی کی دعا ہے...... کہ وہ رحمتیں جو حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ ظاہر ہوئیں ان سے بڑھ کر رسول کریم ﷺ کے ذریعہ نازل کی جائیں۔ یعنی جس طرح ان کو مانگنے سے بڑھ کر دیا گیا اسی طرح رسول کریم ﷺ نے جو کچھ مانگا اس سے بڑھ کر دیا جائے۔‘‘

(الفضل 13 جنوری 1928ء صفحہ 8 کالم 2)

ایک مرتبہ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب فاضل (المعروف لائل پوری) کی ایک فاضل دیوبندی مولوی سے ختم نبوت پر دو دن بحث ہوتی رہی۔ اس بحث میں دو ثالث بھی مقرر کئے گئے تھے۔ بالآخر قاضی صاحب نے اس مولوی سے کہا کہ کل سے آپ مجھ سے یہ بحث کر رہے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ مگر میں حیران ہوں کہ کہتے آپ کچھ ہیں اور عمل آپ کا کچھ اور ہے۔ آپ نے اپنی اس بات کی وضاحت یوں فرمائی:

قاضی صاحب: خدا تعالیٰ کے حضور پانچ وقت نماز میں تو آپ دعا کرتے ہیں کہ خدایا! امت میں نبی بھیج اور مجھ سے آپ یہ بحث کر رہے ہیں کہ اب امتی نبی بھی نہیں آ سکتا۔

مولوی صاحب: (جھنجھلا کر) میں ایسا کب کرتا ہوں؟

قاضی صاحب: ذرا وہ درود شریف تو پڑھ کر سنائیں جو آپ نماز میں پڑھتے ہیں۔

مولوی صاحب: (درود شریف پڑھنے لگے)

قاضی صاحب: مولوی صاحب وہ رحمتیں اور برکتیں جو آل محمد ﷺ کے لئے آپ طلب کرتے ہیں، آیا وہ وہی رحمتیں اور برکتیں ہیں جو آلِ ابراہیمؑ کو ملی تھیں؟

مولوی صاحب: ہاں۔ ٹھیک وہی ہیں۔

قاضی صاحب: مولوی صاحب ان رحمتوں اور برکتوں میں تو نبوّت بھی شامل ہے جو آپ آل محمدؐ کے لئے طلب کرتے ہیں۔

یہاں تک بات ہوئی تھی کہ مولوی صاحب کا مقرر کردہ ثالث بول اٹھا۔ وہ کہنے لگا۔ قاضی صاحب آپ ذرا تشریف رکھیں۔ میں مولوی صاحب سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس ثالث اور مولوی صاحب کے درمیان مندرجہ ذیل مکالمہ چل پڑا:

ثالث: مولوی صاحب! کیا آپ درود شریف میں آل محمدؐ کے لئے حلوہ مانڈہ طلب کرتے ہیں؟

مولوی صاحب: نہیں۔ روحانی نعمتیں طلب کرتا ہوں۔

ثالث: اچھا یہ بتائیں کہ آپ آل محمدؐ کے لئے وہی رحمتیں اور برکتیں

طلب کرتے ہیں جو آلِ ابراہیمؑ کو ملیں یا کچھ اور؟

مولوی صاحب: وہی رحمتیں اور برکتیں طلب کرتا ہوں۔

ثالث: اچھا، مولوی صاحب فرمائیے آلِ ابراہیمؑ کو کون کون سی رحمتیں اور برکتیں ملیں؟

مولوی صاحب: آلِ ابراہیمؑ میں بڑے بڑے اولیاء کرام پیدا ہوئے۔

ثالث: الحمدللہ۔ تو پھر درود شریف کی دعا سے آلِ محمدؐ میں بھی بڑے بڑے اولیاء ہونے چاہئیں۔

مولوی صاحب: ہاں۔

ثالث: اچھا فرمائیے۔ آلِ ابراہیمؑ کو اور کیا کیا رحمتیں اور برکتیں ملیں؟

مولوی صاحب: ان میں بڑے بڑے مقربین بار گاہِ الٰہی پیدا ہوئے۔

ثالث: پھر درود شریف کی دعا سے آلِ محمدؐ میں بھی مقربین بار گاہِ الٰہی پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

مولوی صاحب: ہو سکتے ہیں۔

ثالث: اچھا مولوی صاحب یہ بھی بتائیے کہ آلِ ابراہیمؑ میں کوئی نبی بھی ہوا ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب: ہاں نبی بھی ہوئے ہیں۔

حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''اس پر وہ ثالث فی الفور کہنے لگا کہ اچھا، مولوی صاحب اگر یہ بات ہے تو پھر میں آپ کے خلاف، اور قاضی صاحب کے حق میں ڈگری دیتا ہوں۔ کیونکہ جب آلِ ابراہیمؑ میں نبی ہوتے رہے، تو آلِ محمد ﷺ میں بھی نبی ہونے چاہئیں۔''

(ماخوذ از شانِ خاتم النبیینؐ صفحہ 104-107 مصنفہ قاضی محمد نذیر صاحب فاضل سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ)

اب سنئے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی نبوت اور اپنے دعویٰ کے متعلق کیا فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور اُن کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھٰذَا بِمَا صَلَّیْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ 131)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا:

''یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اُس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہِ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔ اِسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام اُمتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔''

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ 154)

حضرت مسیح موعودؑ نے کیا خوب فرمایا: ؎

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

درود شریف کے بعض ظاہری فوائد

درود شریف تنگی دور ہونے کا ذریعہ ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ السَّوَائِیِّ عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَثْرَۃُ الذِّکْرِ وَالصَّلٰوۃُ عَلَیَّ تَنْفِی الْفَقْرَ

(جلاء الافہام بحوالہ حلیہ ابی نعیم اختصاراً صفحہ 51)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ سوائیؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور مجھ پر درود بھیجنا تنگی کے دور ہونے کا ذریعہ ہے۔

درود شریف دماغی پریشانی کا علاج ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ مَوْلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَا طَنَّتْ اُذُنُ اَحَدِکُمْ فَلْیَذْکُرْنِیْ وَ لْیُصَلِّ عَلَیَّ

(جلاء الافہام بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی رافعؓ جو آنحضورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے ان سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو (دماغی پریشانی کے باعث) سوائے پریشان سی آواز کے (جو کھیوں کی بھنبھناہٹ کی سی ہوتی ہے) اور کچھ سنائی نہ دے۔ تو وہ میرے تعلق (اور میرے احسانات) کو یاد کرکے مجھ پر درود بھیجے۔ (اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی اس پریشانی کو دور کرکے اسے چین بخشے گا)

درود شریف بھولی ہوئی بات کے یاد آنے کا ذریعہ ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَا نَسِیْتُمْ شَیْئًا فَصَلُّوْا عَلَیَّ تَذْکُرُوْہُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ

(جلاء الافہام صفحہ 357)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ جب تمہیں کوئی بات بھول جائے تو اس کا خیال چھوڑ کر مجھ پر درود بھیجو۔ اس کی برکت سے اللہ چاہے گا تو تمہیں وہ بات (بھی) یاد آجائے گی۔

درود شریف حل مشکلات کی کلید ہے

حافظ نبی بخش صاحب متوطن فیض اللہ چک (والد حکیم فضل الرحمن صاحب مبلغ) جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ اور براہین کے زمانہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے متعدد مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ درود شریف تمام فیوض کے حصول کی کلید ہے۔ اور یہ کہ جو مشکل اور جو حاجت پیش آئے۔ اس کے لئے درود کا پڑھنا اس کے حل ہونے کا ذریعہ ہے۔

(رسالہ درود شریف صفحہ 295)

سر درد کا علاج

ایک مرتبہ مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کو خواب میں بتایا گیا کہ جس شخص کے سر میں درد ہو اس کے لئے یوں عمل کیا جائے کہ اس کی پیشانی پر لا کا حرف لکھتے جائیں اور درود شریف پڑھتے جائیں تو انشاء اللہ درد دور ہو جائے گا۔ چنانچہ جب میں نے اس خواب کا ذکر ایک مرتبہ موضع پٹی مغلاں میں کیا تو وہاں کے ایک احمدی دوست مرزا فضل بیگ صاحب نے اس کا بارہا تجربہ کیا اور لوگوں کو فائدہ پہنچایا ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

(حیات قدسی حصہ دوم صفحہ 45-47)

علاج بے روزگاری

ایک احمدی خاتون نے ایک دفعہ مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کو خط لکھا کہ میرے دو لڑکے باوجود اچھی تعلیم رکھنے کے ابھی تک بیکار ہیں۔ آپؓ ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی روزگار کی صورت پیدا کر دے۔ مولانا صاحب نے اس کے لڑکوں کے لئے متواتر کئی روز تک دعا کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رویاء کے ذریعہ انہیں بتایا گیا کہ اگر اس کے لڑکے تین لاکھ مرتبہ درود شریف کا ورد کریں گے تو ان کی تین سو روپیہ تنخواہ لگ جائے گی اور اگر ڈیڑھ لاکھ مرتبہ درود شریف کا ورد کریں گے تو ڈیڑھ سو روپیہ ان کی تنخواہ لگ جائے گی۔

(حیات قدسی حصہ اول صفحہ 61-62)

درود نہ پڑھنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیَّ فَلَا دِیْنَ لَہٗ

(جلاء الافہام بحوالہ محمد بن حمدان مروزی)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر درود نہیں بھیجتا، اس کا کوئی دین ہی نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ خَطِئَ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ

(سنن ابی ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے مجھ پر درود بھیجنا چھوڑا وہ جنت کی راہ کو کھو بیٹھا۔

عَنْ قَتَادَۃَ (تَابِعِیٌّ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مِنَ الْجَفَآءِ اَنْ اُذْکَرَ عِنْدَ الرَّجُلِ فَلَا یُصَلِّیْ عَلَیَّ۔

(جلاء الافہام بحوالہ سعید بن الاعرابی)

حضرت قتادہ (جو تابعی ہیں) سے (مرسلاً) روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: یہ ایک کج خلقی اور بد اطواری کی بات ہے کہ ایک شخص کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے پاس میرا نام لیا گیا لیکن اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ ثُمَّ تَفَرَّقُوْا عَنْ غَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَ صَلٰوۃٍ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِلَّا قَامُوْا عَنْ اَنْتَنِ جِیْفَۃٍ

(جلاء الافہام بحوالہ السنن کبیر نسائی)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جس مجلس میں لوگ جمع ہوں اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور خدا کے نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے بغیر چلے جائیں۔ وہ ایک نہایت سڑے ہوئے اور سخت بدبو دار مردار کی طرح ہوگی۔ اور اس میں شامل ہونے والے لوگ مردار خور جانوروں میں شمار ہونے کے قابل ہوں گے۔

درود شریف انسان کو خدا تعالیٰ سے بے نیاز نہیں کر دیتا

حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب حلالپوری نے اپنے رسالہ ''درود شریف'' میں لکھا ہے کہ مکرم شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی جو حضرت مسیح موعودؑ کے بہت پرانے مخلصین میں سے تھے انہیں اپنے ایک خط میں لکھا کہ حضورؑ نے فرمایا۔

''درود شریف کے جس قدر بھی فضائل بیان کئے جائیں کم ہیں۔ میں خود اس کا صاحب تجربہ ہوں۔ مجھ پر جو خدا تعالیٰ کے انعامات ہیں۔ درود شریف کی برکات اور تاثیرات کا اس میں زیادہ حصہ ہے۔ درود شریف کا ورد کرنے والا نہ صرف ثواب اخروی پاتا ہے بلکہ وہ اس دنیا میں بھی عزت پاتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے میں کسی ایسے درود کا قائل نہیں کہ جو انسان کو خدا سے بے نیاز کر دے۔ اور جس کے ورد کے بعد قضاء وقدر کے احکام خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہ رہیں بلکہ درود خواں ان پر حاکم ہو جائے۔ اس مقام پر حضور کے کلام میں جوش کے آثار نمایاں ہو گئے اور چہرہ پر سرخی آ گئی۔ اور فرمایا کہ بے شک درود شریف کی بڑی برکات اور تاثیرات ہیں اور اس کی کثرت سے انسان پر برکات نازل ہوتی ہیں۔ اور اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کے بے شمار فضائل ہیں۔ لیکن باوجود اس کے انسان کو خدا تعالیٰ کی بے پروائی اور بے نیازی سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے کبھی ایسا بھی وقت ہوتا تھا کہ جس نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کر لوگ خیر و برکت پاتے ہیں خود اسے بھی خدا کے احکام کے آگے تسلیم و رضا کے سوا چارہ نہ تھا پس درود خوب پڑھو اور کثرت سے پڑھو مگر اس بات کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھو اور خدا تعالیٰ کو قادر مطلق اور بے نیاز خدا سمجھو اور تسلیم اور رضا پر ایمان کی بنیاد رکھو۔''

(رسالہ درود شریف صفحہ 293-294)

میں اپنے مضمون کو حضرت رسول کریم ﷺ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعودؑ کے دو اقتباسات پر ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اس عظیم محسن پر درود بھیجنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکات سے بھی مستفیض فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

''اے لوگو اس رسول پر درود اور سلام بھیجو جس کے قدم پر تمام لوگوں کو جمع کیا گیا اور وہ اپنے خداوند رحیم و کریم کی طرف کھنچے چلے آئے۔ جس نے بہت سی مخلوق کو مہلک اور پرمشقت جنگلوں سے نکال کر امن وامان کے سبزہ زاروں اور باغوں میں پہنچایا۔ اور دہشت زدہ دلوں کو دلیری اور بہادری بخشی۔ تھک کر چور ہو چکی ہوئی اور درماندہ ہمتوں کو قوی کیا۔ اور مفقود ہو چکے ہوئے انوار کو پھر موجود کیا۔ اور حقائق و معارف کے نہایت درخشاں اور خوبصورت موتی اور یاقوت اور مرجان لایا۔ اور اصول قائم کئے اور عقول کو آداب سے زینت بخشی۔ اور پھر لوگوں کو کفر اور گمراہی اور سرکشی کی زنجیروں سے نکالا۔ اور مومنوں اور اسلام لانے والوں کو جو آپ کی خیر و برکت کے طالب تھے اور ہیں یقین اور جمعیت اور اطمینان کا پیالہ پلایا اور انہیں شر اور خسارہ کی راہوں سے بچایا اور خیر اور سعادت اور نیکو کاری کی تمام راہوں پر چلایا۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 4)

ایک اور عربی کتاب میں بھی اس کے متعلق فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''اس محسن نبی پر درود بھیجو جو خداوند رحمان و منان کی صفات کا مظہر ہے کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اور جس دل میں آپ کے احسانات کا احساس نہیں اس میں یا تو ایمان ہے ہی نہیں اور یا پھر وہ اپنے ایمان کو خود تباہ کرنے کے درپے ہے۔ اے اللہ اس امی رسول اور نبی پر درود بھیج جس نے آخرین کو بھی سیراب کیا ہے جیسا کہ اس نے اولین کو سیراب کیا تھا اور اپنے رنگ میں رنگین اور پاک لوگوں میں داخل کیا تھا۔''

(ترجمہ از عربی عبارت اعجاز المسیح صفحہ 3-4)

بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار
حضرت سید ولد آدم ﷺ
سب نبیوں میں افضل و اکرم ﷺ
نام محمد کام مکرم ﷺ
ہادیٔ کامل رہبر اعظم ﷺ
یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٖ

بقیہ: جرم اور گناہ...... از صفحہ 8

نہیں ہوگا تو وہ انسان بے وقوف سمجھا جائے گا جو محبت اور ہمدردی اور قربانی کی بات کرے بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ وہ اس چند روزہ دنیا سے لطف اٹھا کر رخصت ہو۔

چنانچہ اگر ہم مذہب کو انسانی سوچ سے نکال دیں تو معاشرے کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اگر گناہ کوئی چیز نہیں تو پھر نیکی بھی کوئی چیز نہیں رہتی پھر مشکل وقت میں دعا کا خانہ بھی خالی رہ جاتا ہے بقول جان ایلیا

بڑا بے آسرا پن ہے سو چپ رہ۔ نہیں ہے یہ کوئی مژدہ خدا نئیں۔

آج اگر ہم جنس پرستی کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی ہے تو کل محرم رشتہ داروں سے شادی کا قانون بھی رائج ہو سکتا ہے۔ پرسوں لذت کے حصول کے لیے ڈرگز کو بھی قانونی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے۔ (جو بعض ممالک میں حاصل ہو رہی ہے) اس کے بعد کم عمر لڑکیوں یا لڑکوں سے تعلقات استوار کرنے کی اجازت بھی مل جائے گی جو فی الحال ایک بڑا جرم شمار ہوتا ہے اور انسان کی اخلاقی پستی کی کوئی انتہا نہیں رہے گی۔

اب مذہب سے دوری کے باعث ایسے سوال اٹھ رہے ہیں جو اخلاقیات سے متصادم ہیں مثلاً Mercy killing یعنی بڑے بوڑھوں کو جو زندگی میں کسی کام کے نہیں رہے بلکہ تکلیف میں ہیں انہیں مار دینا بہتر ہے۔ یا فاسٹر مدرز کے ذریعہ ٹیسٹ ٹیوب بچوں کی پیدائش وغیرہ یہ تمام پہلو قابل غور ہیں اور جب تک انسان ایک قادر اور حی و قیوم خدا سے اپنا تعلق نہ جوڑے معاشرہ تنزل کے عمیق گڑھے میں گرتا چلا جائے گا۔

☆...☆...☆

اطلاعات اعلانات

ولادت

محترم انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب سابق امیر ضلع اٹک و مظفر گڑھ تحریر کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خاکسار کے چھوٹے بیٹے محمود فاتح احسن اور بہو مریم صدیقہ طاہرہ (سویڈن) کو 6 اگست 2020ء کو بیٹی سے نوازا ہے الحمد للہ۔

نومولودہ (ماہر زراعت) محمد اکرم خالد صاحب ربوہ کی نواسی اور خاکسار کی پوتی ہے۔

احباب کرام سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولودہ کی احسن رنگ میں نشوونما فرمائے اور خلافت کے سائے میں والدین، خاندان اور جماعت کے لئے قرۃ العین بنائے اور اپنے بزرگ صحابہ آباؤاجداد کا نام روشن کرنے والی ہو۔

بچی کا نام عروفہ ملاحت احسن تجویز ہوا ہے اور وقف نو کی اسکیم میں شامل ہے۔

رہیں خوشحال اور فرخندگی سے
بچانا اے خدا بد زندگی سے

(مسیح موعودؑ)

ولادت

مکرم چوہدری احسان ایزد ساہی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خاکسار کے بیٹے مکرم عاطف حسین صاحب مربی سلسلہ کو 3/اگست 2020ء کو بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہِ شفقت نومولود کا نام اعجاز احمد تجویز کرتے ہوئے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل فرمایا ہے۔ نومولود مکرم محمد سلیم صاحب کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت سے نومولود کے نیک صالح، خادم دین، خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے اور درازی عمر کے لئے خاص دعا کی درخواست ہے۔

☆...☆...☆

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اِتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخر شانِ اولیاء ہے
بجز تقویٰ زیادت اِن میں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے
اگر سوچو، یہی دارالجزا ہے

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

جرم اور گناہ

(مرسلہ: سید قمر سلیمان)

انسان بحیثیت ایک معاشرتی جانور کے اس بات کا پابند ہے کہ وہ جس معاشرے میں رہتا ہو اس کے بعض اصول اور ضوابط کی پابندی کرے۔ یہ معاشرہ دور حاضر سے قبل مختلف انداز میں کام کرتا تھا۔ کہیں قبائلی نظام کی صورت میں جہاں تمام قبیلہ ایک سردار کی زیر سرپرستی اکٹھا رہتا تھا اور قبیلے کی حفاظت اور سہولت کے لیے بعض ایسے قواعد اپنائے گئے تھے جس پر عمل کرنا ضروری تھا۔ آج بھی دنیا میں ایسے قبائلی معاشرے گرچہ کم ہیں مگر موجود ہیں۔

ان قواعد میں اہم بات قبیلے کے مفاد کی خاطر اپنا مفاد قربان کرنا ہوتا تھا۔ اور اکثر قبیلوں میں سردار مطلق العنان حکمران کی بجائے ایک ایسا لیڈر ہوتا تھا جو قبیلے کے سمجھدار لوگوں سے مشاورت کے بعد کوئی فیصلہ کرتا۔

معاشرتی ترقی کے دور میں آہستہ آہستہ قبائلی نظام کے محدود ہونے کے باعث جبکہ علاقائی توسیع کی وجہ سے کئی قبائل ایک نظام حکومت کے تابع رہنے لگے تو بادشاہت کا نظام مضبوط ہونے لگا اور مطلق العنان بادشاہوں نے وسیع رقبہ پر اپنی مملکت قائم کرنی شروع کر دی۔ ان حکومتوں میں بادشاہ کے پاس وسیع تر اختیارات تھے اور وہ زمین پر خدا کا نمائندہ تصور کیا جاتا تھا۔ بادشاہ کے منہ سے نکلا ہوا لفظ قانون تھا اور عوام الناس بے چارے بے بس تھے۔ بادشاہ کے سامنے چوں نہ کر سکتے تھے۔ یہ نظام تقریباً بیسویں صدی تک دنیا میں پوری طاقت سے رائج رہا۔

اس نظام کے ذمہ داروں کو نہ صرف مذہبی راہ نماؤں کی تائید حاصل تھی بلکہ وہ اسکا ایک مضبوط بازو تھے۔ عوام الناس چونکہ مذہب سے متاثر ہیں اس لیے مذہبی راہ نماؤں کو بادشاہوں کے دربار میں بڑی بڑی کرسیاں ملتی تھیں اور وہ بعض قوانین جو مذہب سے متعلق تھے ان کو رائج کروانے میں بادشاہوں کی راہ نمائی کرتے تھے۔

اس سے قبل قبائلی نظام میں بعض ایسی باتیں جائز سمجھی جاتی تھیں جن پر مذاہب نے پابندی لگا دی تھی مثلاً Incest یا محرم رشتے داروں کی آپس میں شادیاں یا قدرتی آفات سے بچاؤ کے لیے انسانی جان کی قربانی وغیرہ مگر چونکہ مذاہب نے ایک ضابطہ اخلاق مہیا کیا اور ان ظالمانہ روایات کی دنیا سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی جس کے لیے مذہبی راہ نماؤں کو بادشاہوں کی اور بادشاہوں کو مذہبی راہ نماؤں کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ریاست کے یہ دو بڑے ستون تھے جو عوام الناس پر حکومت کر کے ان کی درست یا غلط راہ نمائی کے ذمہ دار تھے۔

اٹھارہویں صدی میں دنیا نے ایک نیا رخ موڑا اور انقلاب فرانس کے بعد آہستہ آہستہ بادشاہت کا خاتمہ ہونا شروع ہوا اور جمہور کی حکومت متعارف ہوئی۔ اس کا بنیادی اصول اکثریت کی بنیاد پر حکومت کرنا ہے اور آجکل یہی طریق دنیا میں رائج ہے۔ اس طرز حکومت سے جہاں شہنشاہیت کا خاتمہ ہوا وہاں مذہبی روایات کا بھی خاتمہ ہونا شروع ہوا اور خصوصاً موجودہ سائنسی ترقی کے زمانہ میں خالق اور مخلوق کا رشتہ بالکل ہی ختم ہوگیا۔

نئے طرز حکومت میں جرم کی نوعیت بھی تبدیل ہوگئی۔ کیونکہ نئے حالات میں نئے قوانین متعارف ہوئے۔ مثلاً نقل وحمل کے لیے نت نئی ایجادات سامنے آئیں اور عوام کی سہولت کے لیے ایک مخصوص سمت چلنے کے قوانین بنے۔ بعض ممالک میں ٹریفک دائیں ہاتھ اور بعض ممالک میں بائیں ہاتھ پر چلتی ہے۔ اگر کسی ایسے ملک مثلاً برطانیہ میں جہاں ٹریفک بائیں ہاتھ چلتی ہے آپ کار دائیں ہاتھ پر چلائیں تو یہ جرم ہے۔ لیکن اگر فرانس میں بائیں ہاتھ پر چلائیں تو یہ جرم ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جرم ایک نسبتی چیز ہے۔ کسی ملک میں ایک جرم دوسرے ملک میں ایک اچھی بات شمار ہوسکتی ہے۔ مثلاً یورپ کے بعض ممالک میں حجاب کا استعمال جرم قرار دیا گیا ہے جبکہ مسلمان ممالک میں یہ ایک اچھا رویہ سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ گناہ کا تعلق خالق کائنات کی نافرمانی سے ہے۔ جس کا حساب اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لیا جاسکتا ہے۔ بعض جرائم کا تعلق اخلاقیات سے ہے اور یہ دو جرائم ہیں جہاں مذہب اور ریاست ایک سوچ کے حامل ہوتے ہیں مثلاً چوری کرنا۔ دھوکہ دہی۔ قتل اور غیر قانونی جنسی تعلقات وغیرہ گناہ بھی ہیں اور جرائم بھی۔ تو جرم کا تعلق کسی ملک کے قوانین کو توڑنے سے جبکہ گناہ کا تعلق خدا تعالیٰ کے بیان فرمودہ قوانین کو توڑنے سے ہے۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے گناہ کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ گناہ چونکہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کو کہتے ہیں اس لیے اسکی مثال ایسی ہے جیسے مثلاً کوئی درخت ہو جو زمین سے ناطہ توڑ لے جسکے نتیجہ میں پانی اور نمکیات جذب ہو نا بند ہوجائیں گے اور وہ سرسبز درخت خشک ہو کر محض جلانے کے کام آئے گا۔ چنانچہ اگر خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے تو اس حیّ وقیوم ہستی سے تعلق جوڑنا ہی دراصل زندگی کی ضمانت ہے۔ ورنہ انسانیت سوکھے درخت کی طرح مرجھا کر رہ جائے گی۔

موجودہ سائنسی ترقی کے نتیجہ میں انسان میں ایک قسم کا ایسا تکبر پیدا ہوا ہے کہ وہ خالق ہی کا انکار کر بیٹھا ہے اور اس طرح دراصل گناہ اور ثواب کے خیال سے دور ہٹتا چلا گیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اخلاقیات سے تعلق رکھنے والے جرائم جن کی بنیاد مذہب پر یقین تھی آہستہ آہستہ سوکھنا شروع ہوئی اور اخلاقیات کا درخت خشک ہونے لگا ہے۔ مثلاً موجودہ دور میں لذات کے حصول کے لیے کھلے عام جنسی تعلقات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور بعض مغربی ممالک میں تو ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ دے دیا گیا ہے جو پہلے ایک جرم شمار ہوتا تھا۔ اب یہ گناہ تو ہے لیکن ان ممالک میں جرم نہیں اور وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے وجود سے ہی منکر ہیں ان کے نزدیک گناہ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اس بات کو مزید آگے بڑھائیں تو اگر گناہ کچھ نہیں تو پھر نیکی بھی کوئی چیز نہیں رہتی۔ اس طرح اخلاقیات کا سارا تانابانا ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

مذہب چونکہ انسان کو ایک ایسی ہستی کی طرف بلاتا ہے جو نہ صرف کائنات کی خالق ہے بلکہ اس کا نظام چلانے کی ذمہ دار ہے اس لیے اس کی طرف سے موصول ہونے والے احکامات ہر وقت انسان کے مدنظر رہنے چاہئیں۔ دنیا میں کوئی سائنس یا فلسفہ ایسا نہیں جو انسان کی سوچ پر نظر رکھے۔ اگر ایک شخص اپنے رہن سہن میں قابل قبول ہے تو وہ معاشرے میں قابل قبول ہوتا ہے خواہ سوچ میں کیسا ہی بدکردار کیوں نہ ہو اور جب سوچ پر کنٹرول ختم ہوجائے تو ایک حصہ معاشرے کا ضرور ایسا نکلتا ہے جو منفی کاموں پر تُل جاتا ہے۔ اسکی مثالیں روزمرّہ ہمیں معاشرے میں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ مذہب نہ صرف عمل کی بلکہ سورج کی بھی راہ نمائی کرتا ہے۔ اور انسان کو رجحانات سے محفوظ رکھتا ہے مثلاً انانیت جرم نہیں لیکن گناہ ہے۔ اسی طرح تکبر جرم نہیں لیکن گناہ ہے۔ بدگمانی، بدظنی، غیبت، حسد وغیرہ کے ذہنی رجحانات کسی بھی دنیوی قانون کے مطابق جرم نہیں لیکن مذاہب کے تعلیمات میں یہ گناہ شمار ہوتے ہیں۔

مذہب کا دوسرا پہلو محبت اور ہمدردی کا قیام ہے مذہب کے علاوہ کوئی اور فلسفہ محبت کا درس تو دے سکتا ہے لیکن دل میں اسے جاگزیں نہیں کرسکتا۔ اگر تو کوئی ایسی ہستی موجود ہی نہیں جس نے کائنات کو پیدا کیا تھا پھر محبت اور ہمدردی ایک بے معنی چیز بن جاتے ہیں۔ اگر انسان اس دنیا میں اتفاقاً آیا اور ختم ہوگیا اور اس کا کوئی حساب کتاب بقیہ صفحہ 7 پر

20 اگست 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	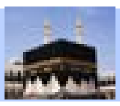	04:41	18:47
مدینہ منورہ	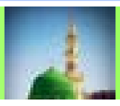	04:36	18:51
قادیان	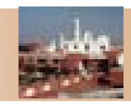	04:30	19:07
ربوہ		04:10	18:46
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:28	20:14